باسمہٖ تعالیٰ

ودعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کفر بالاجماع ؓ

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دعویٰ باتفاق امت کفر ہے

(شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۲۰۲)

مسئلہ ختم نبوّت

اور

سلف صالحین رح

مع اضافہ، ترمیم وضمیمہ جات

تالیف

حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ

ترتیب جدید

مولانا مشتاق احمد قاسمی حنیوی

دارُالکِتاب

کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

اردو بازار، لاہور 042-7235094

سلسلۂ مطبوعات / 145

نام کتاب	:	مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحینؒ
تالیف	:	مولانا محمد نافع مدظلہ
ناشر	:	دارالکتاب غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور 042-7235094
طابع	:	زاہد بشیر پرنٹرز
اشاعت	:	جنوری 2007ء
قیمت	:	120/-

قانونی مشیر

مہر عطاء الرحمن ایڈووکیٹ ہائیکورٹ، پاکستان

فون: 0300-4356146, 042-7080020

باہتمام

حافظ محمد ندیم

0300-8477008

مولانا روم کا عقیدہ ختم نبوت

(الف) زیں حکایت کرد آں ختم رسل — از ملیک لایزال ولم یزل
سکہ شاہاں ہمی گردد دگر — سکہ احمد ببیں تا مستقر
ایں ہمہ انکار کفراں زاد شاں — چوں درآمد سید آخر الزمان

(بحوالہ احتساب قادیانیت ج۱،ص۱۴۳)

(ب) مولانا روم نے مثنوی کے کئی مقامات پر مدعیان نبوت کے واقعات تحریر کیے ہیں مثلاً۔

(۱) آپ نے عنوان باندھا ہے قصہ آں شخصے کہ دعوی پیغمبری مے کرد گفتندش کہ چہ خوردۂ کہ گیج شدۂ ویاوہ میگوئی الخ

اس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

آں یکے مے گفت من پیغمبرم — وز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم
گردنش بستند و بر دندش بشاہ — کایں ہمی گوید رسولم از الٰہ
خلق بروے جمع چوں مور و ملخ — کہ چہ مکرست وچہ تزویر وچہ فخ

(مثنوی دفتر پنجم ص۶۵ مع شرح بحر العلوم مطبوعہ نول کشور لکھنو)

(۲) آپ نے عنوان باندھا ہے ”پر سیدن شاہ ازاں مدعی نبوت کہ آنکہ رسول براستیں باشد و ثابت شود با او چہ باشد کہ کسے رابخشد الخ۔“ اس عنوان کے تحت انیس اشعار میں بادشاہ کی نصیحت تفصیلی طور پر نقل کی ہے جو اس نے ایک مدعی نبوت کو کی تھی، دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

(مثنوی دفتر پنجم ص۶۹، مع شرح بحر العلوم مطبوعہ نول کشور لکھنو)

مولانا روم کی ان وضاحتوں کے باوجود ان کی طرف اجرائے نبوت کے عقیدہ کی نسبت کرنا اول درجہ کی بے حیائی و دیدہ دلیری ہے۔

تتمہ بحث:

مذکورہ بالا شعروں کے علاوہ مولانا رومؒ کے درج ذیل اشعار بھی قادیانی

اجزائے نبوت کے اثبوات کے لیے پیش کرتے ہیں۔

(ا) معنی ختم علیٰ افواھھم　　　ایں شناس ایں ست را ہرو را مہم

کہ ختم علیٰ افواھھم کے معنی سمجھنے کی کوشش کرو کیونکہ یہ رسالت کے راستہ میں ایک مشکل ہے۔

(ب) تاز راہِ خاتم پیغمبراں　　　بو کہ خیز د زلب ختم گراں

یعنی تاکہ ممکن ہے کہ لب ہلانے سے خاتم النبیین کے راستے سے ایک بھاری ختم اٹھ جائے۔

(ج) ختمہائے کا نبیاء بگذاشتند　　　آں بدین احمدی برداشتند

بہت سے ختم جو پہلے نبی چھوڑ گئے تھے وہ سب دین احمدی میں اٹھا دیئے گئے۔

(د) قفلہائے ناکشودہ ماندہ بود　　　از کف انا فتحنا برکشود

یعنی بہت سے تالے بند پڑے ہوتے تھے مگر آنحضرت صلعم نے اِنَّا فَتَحْنَا کے ہاتھ سے سب کھول دیئے۔

(ہ) او شفیع است ایں جہان و آں جہاں　　　ایں جہاں در دین و آنجا در جناں

یعنی آنحضرت ﷺ دونوں جہانوں میں شفیع ہیں اس جہان میں دین کے اور اگلے جہان میں جنت کے۔

(و) پیشہ اش اندر ظہور و در کمون　　　اِهْدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

ظاہر و باطن میں آنحضرت صلعم کا وظیفہ یہی تھا کہ اے خدا میری قوم کو ہدایت دے کہ انہیں علم نہیں ہے۔

(ز) باز گشتہ ازدم اوہر دو باب　　　در دو عالم دعوت او مستجاب

آپ ﷺ کے دم سے دونوں دروازے کھل گئے اور دونوں جہان میں آپ ﷺ کی دعا مستجاب ہوئی۔

(ح) بہر ایں خاتم شداست اوکہ بجود　　　مثل اونے بودنے خواہند بود

آپ ﷺ ان معنوں میں ''خاتم'' ہیں کہ بخشش میں نہ آپ ﷺ کے برابر کوئی ہوا اور نہ ہوگا۔

(ط) چونکہ در صنعت برد استاد دست　　　نے تو گوئی ختم صنعت برتو ہست

جس طرح جب کوئی استاد صنعت میں سبقت لے جاتا ہے تو کیا تم یہ نہیں کہتے کہ اے استاد! تجھ پر کاریگری ختم ہے؟

(ی) درکشادِ ختمہا تو خاتمی درجہان روح بخشاں حاتمی

اے نبی صلعم! تو ہر قسم کے "ختموں" کو کھولنے کی وجہ سے "خاتم" (یعنی افضل) ہے اور روح پھونکنے والوں میں تو حاتم کی طرح ہے۔

(ک) ہست اشارات محمدﷺ المراد کل کشاد، اندر کشاد، اندر کشاد

الغرض محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم یہ ہے کہ سب رستے کھلے ہی کھلے ہیں کوئی بھی بند نہیں ہے۔

(ل) صد ہزاراں آفریں برجانِ او بر قدوم و دور فرزندان او

آنحضرت صلعم اور آپﷺ کے فرزندوں کی تشریف آوری اور ان کے دور پر لاکھوں آفریں۔

(م) آں خلیفہ زادگانِ مقبلش زادہ انداز عنصر جان ودلش

وہ اس کے اقبال مند جانشین اس کے عنصر جان و دل سے پیدا ہوئے ہیں۔

(ن) گرز بغداد دہرے و از رے اند بےمزاجِ آب و گل نسل وے اند

وہ خواہ بغداد یا ہرے یارے کے رہنے والے ہوں۔ مٹی اور پانی کے اثر سے بے نیاز ہو کر وہ حضورﷺ ہی کی نسل سے ہیں۔

(س) شاخ گل ہر جا کہ روئید ہم گل است خم مل ہر جا کہ جوشد ہم مل است

گلاب کی شاخ جہاں بھی اگے وہ گلاب ہی ہے اور شراب کا مٹکا جہاں بھی جوش مارے وہ مٹکا ہی ہے۔

(ع) گرز مغرب برزند خورشید سر عین خورشید است نے چیزے دگر

اگر آفتاب مغرب سے نکلے تو بھی وہ آفتاب ہی ہے۔

(مثنوی مولانا روم دفتر ششم ص ۸ مطبع نولکشور ۱۹۱۶ء)

(احمدیہ پاکٹ بک ص ۲۷۷، ۲۷۸، طبع جدید)

تجزیہ:

ہم مذکورہ سولہ اشعار کا صحیح معنی و مطلب مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا رومؒ سے نقل کر کے قارئین کو دعوت انصاف دیتے ہیں۔

معنی نختم علیٰ افواهِهِمْ — ایں شناس انیست رہرو رامہم

ترجمہ:۔ (آیہ) نَخْتِمُ عَلىٰ اَفْوَاهِهِمْ (یعنی ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے) کے معنی یہی سمجھو۔ (اور) یہ بات سالک کے لیے (سمجھنا) بہت ضروری ہے۔

مطلب:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلىٰ اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور یہ بات نہیں کرنے پائیں گے۔ اور جیسے کرتوت یہ لوگ کر رہے تھے ان کے ہاتھ ہم کو بتا دیں گے اور ان کے پاؤں بھی گواہی دیں گے (سورہ یٰس ۴) یہ آیت کافروں کی حالت کا نقشہ کھینچ رہی ہے جو قیامت کے روز ہوگی۔ مگر یہاں مولانا قدس سرہٗ نے دوسرے معنی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اہل اشارہ کسی آیت سے ایک خاص اسلوب میں اشارہ اخذ کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے مونہوں پر مہر لگا دی۔ تا کہ معارف کا قند ان کے شکم اور قلب میں نہ جانے پائے (بحر العلوم بلفظہ) پس ختم علیٰ افواہ سے مراد اس توجیہہ پر اقناع من التکلم نہیں اور قرینہ ترجیح اس توجیہ کا خصوصیت مقام کی ہے۔ پس اس بنا پر یہ ہم معنی ہوگیا۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلىٰ قُلُوْبِهِمْ کا۔ لیکن نہ بمعنی فساد استعداد مخصوص ہے بعض کفار کے ساتھ بلکہ بمعنی نقصان استعداد کہ عام ہے عوام مومنین کو بھی جو اسرار کے اہل نہ ہوں (کلید) دوسرے مصرعہ میں یہ فرمایا ہے کہ یہ بات سمجھنا سالک کے لیے ضروری ہے کہ نقصان استعداد نافع فہم اسرار ہے۔

تاز راہ ختم پیغمبراں — بو کہ برخیزد زلب ختم گراں

ترجمہ:۔ حتیٰ کہ ممکن ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے سے یہ بھاری مہر لب سے اٹھ جائے۔

مطلب:۔ اس مہر کا ٹوٹنا صرف انبیاء علیہم السلام خصوصاً خاتم انبیاء علیہ السلام کے اتباع میں منحصر ہے یعنی علوم فلاسفہ محض مجاہدات و مکاشفات اس میں ناکافی

ہیں۔صرف صاحب وحی کے اتباع سے ایسی استعداد پیدا ہو سکتی ہے۔اور ہر چند کہ ہر نبی کے اتباع کا یہی خاصہ ہے۔مگر حضورﷺ کی تخصیص اس لیے ہے کہ اس وقت آپ کا دورہ ہے دوسرے اس لیے کہ ایسی استعداد کا حصول جو اس مہر کے توڑنے کے لیے لازم ہے مختلف مراتب رکھتا ہے۔اور دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کے اتباع سے جس قدر استعداد حاصل ہو سکتی ہے۔حضورﷺ کے اتباع میں اس سے ازید و اکمل استعداد حاصل ہو گی۔اور عجب نہیں کہ شعر ہذا میں اس لیے ختم گراں کی قید لگائی ہو۔یعنی آپ کی ایسی برکت ہے کہ کیسا ہی عجیب حجاب ہو وہ بھی رفع ہو جاتا ہے اور لب سے مراد یا تو مخاطب کا لب ہے جیسا کہ اوپر شعر میں **اَفْوَاهِهِمْ** کی توجیہہ گزری ہے یا لب متکلم بالاسرار۔کیونکہ نقص استعداد مخاطب جیسا فہم سے مانع ہے اسی طرح متکلم کو تکلم سے بھی مانع ہے۔(کلید)

ختم ہائے کانبیا بگذاشتند　　　　آں بدین احمدی برداشتند

ترجمہ:۔ جو مہریں (پہلے) انبیاء علیہم السلام (بے کھلی) چھوڑ گئے تھے۔ان کو دین محمدی علیٰ صاحبہ السلام والتحیۃ کی بدولت اٹھا دیا گیا۔

مطلب:۔ یہ حجابات انبیاء سابقین علیہم السلام کے اتباع سے بھی مرتفع ہوئے جس سے ان کے تابعین کو استفادہ کامل عطا ہوئی لیکن بعض حجابات ابھی باقی تھے۔وہ حضورﷺ کے اتباع سے اٹھ گئے۔جس سے آپ کے تابعین کو استعداد مکمل حاصل ہوئی اور علوم بھی اکمل حاصل ہوئے۔چنانچہ مشکوٰۃ کے باب فضل ھٰذہ الامۃ میں حدیث آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **اُعْطِیْهِمْ مِنْ عِلْمِیْ** یعنی ان کو اپنے علم سے بھی بہرہ مند کروں گا۔(کلید) پہلی امتوں کے اولیاء کا درجہ اس امت کے اولیاء سے کم ہے۔پس اس امت کے اقطاب کا اس امت مرحومہ کے اقطاب کے ساتھ عرفان میں مساوی ہونا لازم نہ آئے۔اس کے بعد واضح ہو کہ امم سابقہ بعض اسرار کے انکشاف سے استعداداً قاصر تھیں۔ان اسرار کے متعلق ان کے دل و دماغ پر ایک مہر لگی ہوئی تھی۔جس سے وہ ان پر منکشف نہیں ہو سکتے تھے۔انبیاء نے ان مہروں کو نہیں اٹھایا اور یوں ہی چھوڑ گئے۔پھر جن لوگوں نے دین محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام اختیار کیا۔ان کے دل و دماغ سے وہ مہر اٹھ گئی جیسے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ (بحر العلوم)

قفلہائے ناکشادہ ماندہ بُود　　　　از کفِ اِنَّا فَتَحنَا برکشود

ترجمہ:۔ (اسرار و رموز کے بہت سے) قفل بے کھلے رہ گئے تھے۔ جو صاحب اِنَّافَتَحنَا کے دست مبارک سے کھل گئے۔

مطلب:۔ چونکہ سورہ اِنَّا فَتَحنَا حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس لیے آپ کو صاحب انافتحنا کہہ دیا۔ اور خاص .... میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو فتح دینے کی خبر دی ہے یہ فتح عام ہے۔ فتح ظاہری فتح بلاد کو اور فتح باطنی فتح قلوب کو جیسا ایک حدیث میں ہے۔ یفتح اللہ بہ اعیناً عُمیاوَ اٰذَانًا صُمًّا وَقُلُوباً غلفاً اونحوہ (کلید)

اوشفیع ست این جہاں وآن جہاں　　　　ایں جہاں دردین وآں جا در جناں

ترجمہ:۔ (پس) آپ (اپنی امت کے) شفیع (یعنی دعائے خیر کرنے والے) ہیں۔ اس جہاں میں بھی اور اس جہاں میں بھی اس جہان میں تو دین کے بارہ میں (کہ دین اکمل کی طرف ہماری رہبری کی) اور اس جہان میں جنت کے باب میں (کہ جنت کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی)

ایں جہاں گوید کہ تو رہ شاں نما　　　　واں جہاں گوید کہ تومہ شاں نما

ترجمہ:۔ اس جہاں میں حضور (یوں) دعا کر رہے ہیں کہ (الٰہی) ان کو ہدایت دے اور اس جہان میں (یوں) دعا کریں گے کہ الٰہی ان لوگوں کو (اپنا دیدار جو مشابہ بہ) ماہ تمام (ہے) دکھا۔

مطلب:۔ ایک شارح صاحب نے گوید کا فاعل ایں جہاں وآں جہاں کو ٹھہرایا ہے اور یہ باتیں جوان کی زبان حال سے کہلانے کا تکلف کیا ہے۔ حالانکہ یہ شعر اوپر کے شعر۔ اوشفیع است ایں جہان وآں جہاں الخ کی تفسیر اور آپ کی شفاعت کی تفصیل ہے۔ فافہم۔ دوسرے مصرعہ میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ یعنی تم اپنے پروردگار کو قیامت کے روز اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں رات میں چاند کو دیکھتے ہو۔ (مشکوۃ) ان دونوں شعروں میں حضور ﷺ کی دعاؤں کا ذکر ہے جو آپ دنیا و آخرت

میں امت کے لیے کر رہے ہیں۔ آگے ان دعاؤں کا خلاصہ ایک خاص دعا کے الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں۔

پیشہ اش اندر ظہور و در کموں　　　　اِهْدِ قَوْمِىْ اِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْن

لغات:۔ ظہور۔ ظاہر ہونا۔ عالم ظہور جس سے عالم شہادت یا دنیا مراد ہوتی ہے۔ کُمُون پوشیدہ ہونا۔ پوشیدگی مراد عالم آخرت کیونکہ ابھی اس کے ظہور کا وقت نہیں آیا اور وہ پوشیدگی میں ہے۔

ترجمہ:۔ آپ کا دستور تھا کہ عالم دنیا اور عالم آخرت (کے باب) میں (یہی دعا کرتے کہ) الٰہی میری امت کو ہدایت دے کیونکہ وہ بے خبر ہیں۔

مطلب:۔ دنیا کے تعلق سے اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ وہ دین پر قائم رہیں۔ یا اگر اس دین میں داخل نہیں ہوئے۔ تو داخل ہو جائیں اور آخرت کے تعلق سے یہ مطلب ہے ان کو جنت میں جانے کی توفیق دے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ دعا آپ نے اپنے مخالفین کے حق میں کی تھی۔ لہٰذا مومنین کے حق میں اس کو فرض کرنا خلاف واقع ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ کلمات دعا میں کوئی خصوصیت کفار کی نہیں۔ ہدایت کی ضرورت کفار و مومنون سب کو ہے نماز میں ہر مومن دعا کرتا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اور قومی کا لفظ ظاہر کر رہا ہے کہ اگر اس میں مخالفین و کفار داخل ہیں تو مومنین بطریق اولیٰ داخل ہیں۔ اگر ظہور و کمون کے معنوں میں یہ تکلف نہ کیا جائے۔ جو اوپر ترجمہ میں کیا گیا ہے تو صاف سیدھا ترجمہ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کا دستور تھا کہ علانیہ اور خفیہ یہ دعا کرتے تھے کہ اللّٰھم اھد الخ مگر چونکہ دنیا و آخرت کا ذکر اوپر سے ہر شعر میں بالمقابلہ چلا آرہا ہے اور اس سے اگلے شعر میں بھی یہی ذکر و تقابل موجود ہے۔ لہٰذا بعید نہیں کہ مولانا کی مراد ظہور و کمول سے دنیا و آخرت ہی ہو۔ پس یہ تکلف بے محل نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باز گشتہ از دم او ہر دو باب　　　　در دو عالم دعوت او مستجاب

ترکیب:۔ دوسرے مصرعہ میں کلمہ در یا تو ظرفیہ ہے یا اجلیہ۔ لہٰذا ترجمہ دو طرح ہوسکتا ہے اور مطلب بھی دو طرح۔

ترجمہ:۔ آپ کی دعا سے (دنیا و آخرت کے) دونوں دروازے کھل گئے۔

دونوں جہاں میں آپ کی دعا مقبول ہے یا یوں کہو کہ دونوں جہانوں کے بارے میں آپ کی دعا مقبول ہے۔

مطلب:۔ دونوں جہانوں میں آپ کی دعا مقبول ہونے کا مطلب پہلی تقدیر پر یہ ہے کہ دنیا میں جب آپ نے امت کی ہدایت کے لیے دعا کی تو وہ مقبول ہو گئی۔ اور جب آخرت میں ان کی نجات کے لیے دعا کریں گے تو وہ بھی مقبول ہو جائے گی۔ جیسے کہ احادیث اس پر شاہد ہیں۔ دوسری تقدیر پر یہ مطلب ہے کہ امت کی دنیوی واخروی بہبودی کے لیے آپ نے جو دعا کی وہ مقبول ہو گئی۔

انتباہ:۔ مفتاح العلوم کی پہلی جلد جب اطراف تک میں شائع ہوئی۔ اور ہر طبقہ و جماعت کے لوگوں کو اس کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ تو ایک دوست نے راقم کو ایک خاص شعر کے متعلق لکھا کہ مثنوی کے اس شعر اور اس کی شرح سے جو آپ نے لکھی ہے مرزائی لوگ ختم نبوت کے خلاف سند پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو تمہارے مولانا بھی اپنی شرح میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا۔ وہ شعر یہ ہے ۔

شعلہ آں جانب رو دہم کاں بود　　　شعلہا با گوہراں گرداں بود

یہ شعر بادشاہ عبور دیگر کی حکایت کے آغاز میں ہے۔ ہر چند کہ اس شعر اور اس کی شرح سے مرزائیہ قادیانیہ کا اپنے مذہب پر استدلال کرنا ان کی کم فہمی ہے۔ تاہم عوام کی غلط فہمی رفع کرنے کے لیے تیسرے ایڈیشن میں اس مقام کو اور واضح کر دیا گیا۔ ہمیں تعجب آتا ہے ان لوگوں کی ستم ظریفی پر جو ایک مصنف کے مسئلہ و مشہور عقیدہ اور اس کے واضح و روشن مسلک کے خلاف کوئی بات اپنے مذہب کی تائید میں استنباط کرنے لگتے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ جس طرح خدا سے شرم کرنے میں بے نیاز ہیں۔ اسی طرح دنیا کی شرم سے بھی مستغنی ہیں۔ اب قادیانیہ کو چاہیے۔ کہ مثنوی کے ان اشعار میں جو آگے آتے ہیں۔ معلوم کر لیں کہ مولانا کا عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں کیا ہے۔

مثل او نے بود و نے خواہند بُود　　　بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود

ترجمہ:۔ آپ خاتم (النبیین) اسی لیے ہوئے ہیں۔ کہ فیض رسانی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا۔ اور نہ آئندہ آپ کی مثل ہوں گے۔

دونوں جہاں میں آپ کی دعا مقبول ہے یا یوں کہو کہ دونوں جہانوں کے بارے میں آپ کی دعا مقبول ہے۔

مطلب:۔ دونوں جہانوں میں آپ کی دعا مقبول ہونے کا مطلب پہلی تقدیر پر یہ ہے۔ کہ دنیا میں جب آپ نے امت کی ہدایت کے لیے دعا کی تو وہ مقبول ہوگئی۔ اور جب آخرت میں ان کی نجات کے لیے دعا کریں گے تو وہ بھی مقبول ہو جائے گی۔ جیسے کہ احادیث اس پر شاہد ہیں۔ دوسری تقدیر پر یہ مطلب ہے کہ امت کی دنیوی و اخروی بہبودی کے لیے آپ نے جو دعا کی وہ مقبول ہوگئی۔

انتباہ:۔ مفتاح العلوم کی پہلی جلد جب اطراف تک میں شائع ہوئی۔ اور ہر طبقہ و جماعت کے لوگوں کو اس کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ تو ایک دوست نے راقم کو ایک خاص شعر کے متعلق لکھا کہ مثنوی کے اس شعر اور اس کی شرح سے جو آپ نے لکھی ہے مرزائی لوگ ختم نبوت کے خلاف سند پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو تمہارے مولانا بھی اپنی شرح میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا۔ وہ شعر یہ ہے۔

شعلہ آں جانب رو دہم کاں بود　　　شعلہا با گوہراں گرداں بود

یہ شعر بادشاہ عبور دیگر کی حکایت کے آغاز میں ہے۔ ہر چند کہ اس شعر اور اس کی شرح سے مرزائیہ قادیانیہ کا اپنے مذہب پر استدلال کرنا ان کی کم فہمی ہے۔ تاہم عوام کی غلط فہمی رفع کرنے کے لیے تیسرے ایڈیشن میں اس مقام کو اور واضح کر دیا گیا۔ ہمیں تعجب آتا ہے ان لوگوں کی ستم ظریفی پر جو ایک مصنف کے مسئلہ و مشہور عقیدہ اور اس کے واضح و روشن مسلک کے خلاف کوئی بات اپنے مذہب کی تائید میں استنباط کرنے لگتے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ جس طرح خدا سے شرم کرنے میں بے نیاز ہیں۔ اسی طرح دنیا کی شرم سے بھی مستغنی ہیں۔ اب قادیانیہ کو چاہیے۔ کہ مثنوی کے ان اشعار میں جو آگے آتے ہیں۔ معلوم کرلیں کہ مولانا کا عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں کیا ہے۔

مثل او نے بود و نے خواہند بُود　　　بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود

ترجمہ:۔ آپ خاتم (النبیین) اسی لیے ہوئے ہیں۔ کہ فیض رسانی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا۔ اور نہ آئندہ آپ کی مثل ہوں گے۔

مطلب:۔ پیچھے آنحضرت ﷺ کے تمام انبیاء سے افضل و اکمل ہونے کی یہ دلیل دی تھی کہ انبیائے سابقین نے جو مہر قلب غیر کشادہ چھوڑ دی تھی۔ وہ آپ کی بدولت کشادہ ہوئی۔ نیز آپ کی شفاعت دونوں جہانوں پر حاوی ہے اور یہ بات کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں۔ یہاں سے آپ کے خاتم النبیین ہونے سے آپ کی افضلیت کا ثبوت پیش فرماتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کے آخر میں مبعوث فرمایا ہے۔ اور اب آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا تو اس میں ایک یہ نکتہ مرکوز ہے کہ آپ خاتم کمالات بھی ہیں یعنی جس طرح آپ کے ساتھ سلسلہ نبوت ختم ہوگیا۔ اسی طرح ترویج دین، تکثیر مومنین، علوم، اصلاح رسوم، ہدایت نام، تخصیص اصنام اضلاح خلق ایصال الی الحق، تہذیب نفوس، تطہیر قلوب وغیرہ باتیں بھی آپ سے بوجہ اکمل ظہور میں آئیں۔ جس کی نظیر کسی دوسرے نبی سے ظاہر نہیں ہوئی آگے اس کی مزید توضیح فرماتے ہیں۔

چونکہ در صنعت بُرد استاد دست   نے تو گوئی ختم صنعت برتو است

ترجمہ:۔ جب کوئی استاد (فن) کسی صنعت میں فائق ہوتا ہے۔ تو کیا تم اس کو بطور طرح یہ) نہیں کہتے کہ (یہ) صنعت تم پر ختم ہے۔

در کشاد ختمہا تو خاتمی   در جہان روح بخشاں تو حاتمی

ترجمہ:۔ (اسی طرح تم آنحضرت ﷺ سے بھی عرض کرو کہ یا حضرت ما فداک ابی.........) آپ ان مہروں کے کشادہ کرنے میں خاتم ہیں۔ اور (ایمان و عرفان کی) روح بخشنے والوں کے عالم میں حاتم ہیں۔

مطلب:۔ ایمان وعرفان کی روح بخشنا انبیاء علیہم السلام کا کام ہے۔ جس طرح حاتم طائی سیم وزر بخشنے میں تمام اسخیا سے افضل تھا۔ اسی طرح آپ کمالات باطن کی دولت بخشنے میں تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

ہست اشاراتِ محمد المراد   کل کشاد اندر کشاد اندر کشاد

ترجمہ:۔ غرض حضرت محمد ﷺ کی (فرمائی ہوئی) رموز سب کی سب فتوح در فتوح...... در فتوح ہیں۔

مطلب:۔ ممکن ہے کہ اشارہ سے مطلق امر و ارشاد مراد ہو۔ جیسے کہ عربی

میں أَشَارَ اِلَيْهِ بکذا بمعنی اَمَرَبِہٖ آتا ہے (کذا فی القاموس) پھر کسی توجیہہ وتاویل کی ضرورت نہیں اور مطلب صاف ہے کہ آپ کے ارشادات فتوح در فتوح ہیں لیکن اگر اشارہ سے ایماء وکنایہ اور سخن سربستہ مراد ہو جیسے کہ متبادر ہوتا ہے تو مطلب یوں ہوگا کہ آپ کے واضح ارشادات اسرار سربستہ کی مہر خفا کیوں نہ توڑیں۔ جبکہ آپ کے اشارات بھی ان اسرار کو واشگاف کر دیتے ہیں۔

سوال:۔ اوپر کے اشعار سے آپ کے نزدیک قادیانیوں کے عقیدہ استمرار نبوت کا ابطال ہوتا ہے۔ اگر بظاہر ان اشعار سے اس عقیدہ کی تائید ہو رہی ہے یعنی ان اشعار کا مطلب یوں نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ہی خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ اس لحاظ سے نہیں کہ سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہو گیا۔ بلکہ اس اعتبار سے کہ انبیاء کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے ہیں آپ کا خاتم الانبیاء ہونا اس بات کا مانع نہیں کہ آپ کے بعد اور انبیاء مبعوث ہوں مگر آپ اس کے برابر باکمال نہ ہوں چنانچہ کسی کامل الفن استاد کو جو کہتے ہیں کہ تم پر یہ صنعت ختم ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم سا کامل الفن نہ پہلے ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ آئندہ اس صنعت کا ماہر مطلقاً کوئی پیدا نہ ہوگا اور یہ صنعت دنیا سے ناپید ہو جائے گی۔ اس کا کیا جواب؟

جواب:۔ مولانا کے کلام سے یہ مفہوم اخذ کرنا سراسر نادانی ہے اول تو یہ مفہوم ان اشعار سے جب اخذ ہو سکتا تھا۔ کہ یہاں خاتم کے اکمل وافضل کے معنی میں منحصر ہونے کے اثبات اور خاتم بمعنی زمانا کی نفی صراحتا ہوئی ہو ولیس کذالک۔ دوسرے یہ مفہوم اخذ کرنا جب صحیح ہوتا کہ مثنوی کے کسی دوسرے مقام سے یا مولانا کے احوال زندگی سے ثابت ہوتا کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہ تھے یہ فکر بھی محال ہے بلکہ مثنوی کے دیگر مقامات نے ختم نبوت زمانا کی تائید پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی کے مقام میں چند اشعار اوپر یہ شعر گزرا ہے جس میں بالتصریح آپ کے عقیدہ ختم نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔

تاز راہِ خاتم پیغمبراں بود کہ برخیز دز لب مہر گراں

تیسرے ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت جب پیش آتی ہے کہ پہلے نبی کی شریعت مردہ ہو چکی ہو۔ مگر مولانا کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ

شریعت کبھی بھی مردہ نہ ہوگی۔ پھر کیونکر باور ہوسکتا تھا کہ مولانا کسی اور نبی کے مبعوث ہونے کا امکان مانتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ۔

گر بگیری تو نمیرد ایں سبق مصطفیٰ وعدہ کرد الطاف حق

حقیقت میں یہ بیان کا موقع ہی ایسا ہے کہ قائل کے نزدیک پہلے آنحضرت ﷺ کا زمانا خاتم النبیین ہونا مسلم ہو۔ پھر وہ کہتے کہ آپ زمانا تو خاتم ہیں ہی۔ مگر آپ کی اس ختمیت میں ایک گراں قدر نکتہ یہ بھی مرکوز ہے کہ آپ ہر پہلو سے خاتم ہیں۔ تمام کمالات کے خاتم ہیں۔ علومرتبہ اور قرب حق کے خاتم ہیں۔ جیسے کسی شاعر نے آپ کے ختم نبوت سے آپ کے لاثانی قرب پر شاعرانہ استدلال کیا ہے اور خوب کہا ہے ۔

ہر چند کہ آخر بظہور آمدۂ اول زہمہ بہ شکل نور آمدہ

دیر آمدۂ راہ دور آمدۂ اے ختم رسل قرب تو معلوم شد

سچ پوچھو تو مولانا نے اس مقام میں آنحضرت ﷺ کی افضلیت کو جس قوت و شوکت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کی روح ہی ختم نبوت کا مفہوم ہے۔ اگر یہاں اس مفہوم کی نفی مقدر سمجھی جائے تو پھر یہ افضلیت کا بیان نہیں بلکہ بحث عقائد کا ایک باب بن جائے گا۔ **ہذا ماعندی واللّٰہ اعلم بالصواب۔**

مولانا بحر العلوم نے اس مقام کو بڑی شرح وبسط سے لکھا ہے فرماتے ہیں۔

''از بودن جود منحصر درونہ صلی اللہ علیہ وسلم لازم آمد کہ ہر کہ باشد در فرمان او صلی اللہ علیہ وسلم و مابعد او صلی اللہ علیہ وسلم تبع شرع او باشد و نیست ممکن کہ بہ شرح دیگر باشد این منطوق ایں حدیث است لوکان موسیٰ ابن عمران حیا لما وسعہ الا اتباعی شیخ ولی محمد شارح مثنوی کو بھی اس مقام میں دھوکا ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس بیان سے استمرار نبوت کی طرف اشارہ سمجھ لیا۔ اور اس اشارہ کی تائید میں شیخ اکبرؒ کے اس قول کو پیش کیا ہے کہ نبوۃ عامہ باقی ہے۔ مولانا بحر العلومؒ نے اس خیال کی پر زور تردید کی ہے۔ اور شیخ اکبر کے قول کی بدلائل یہ تاویل کی ہے کہ یہ شیخ کی ایک خاص اصطلاح ہے اور اس سے امت محمد یہ علی صاحبہا السلام والتحیہ کے ملہم ومحدث مراد ہیں۔ جیسے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ تھے اور قرب قیامت میں حضرت عیسیٰؑ بعد نزول اور

حضرت امام محمد مہدیؑ بھی اسی درجہ پر فائز ہوں گے۔ اور اس میں کچھ بھی شائبہ نبوت تشریعی کا نہیں ہے۔ غرض ثابت ہوا کہ مولانا رومؒ بمثل دیگر کمل صوفیہ حضور ﷺ کو نبوت کے ہر مرتبہ میں خاتم مانتے ہیں خواہ وہ تشریع ہو یا غیر تشریع آگے آنحضرت ﷺ پر درود دعا اور آپ کی معنوی اولاد جو شرق و غرب میں پھیلی پڑی ہے اس کی مدح فرماتے ہیں۔

صد ہزاراں آفریں بر جان اُو　　　بر قدوم و دور فرزندانِ اُو

ترجمہ:۔ آپ کی روح پاک پر لاکھوں رحمتیں نازل ہوں (اور) آپ کے فرزندوں کی تشریف آوری اور گشت فرمائی پر (بھی)

مطلب:۔ فرزندوں سے بالخصوص نسبی فرزند مراد نہیں۔ بلکہ معنوی اولاد یعنی آپ کی امت کے ائمہ وشیوخ اور علماء وفضلاء اور اولیاء وصلحا امراء ہیں۔ چنانچہ آگے خود اس کی تصریح فرمائیں گے۔ خواہ ان میں نسبی فرزند بھی داخل ہوں۔ اور ان کے لیے قدوم و دور کی تخصیص بدیں وجہ فرمائی کہ حکام سے رعایا کو فائدہ اسی طرح ہوتا ہے کہ وہ تشریف لاتے ہیں اور دورہ کرتے اور ٹھہرتے ہیں۔

آں خلیفہ زادگانِ مقبلش　　　زادہ انداز عنصرِ جان و دلش

ترجمہ:۔ (یعنی) آ کے وہ با اقبال شہزادے جو آپ کی روح اور قلب کے عنصر سے پیدا ہوئے ہیں۔ (یعنی آپ کے باطنی جوہر سے مستفید ہیں)

گرز بغداد و ہرے یا از رے اند　　　بے مزاج آب و گل نسل وے اند

لغات:۔ ہرے مکسیر ہار دیائے مجہول ہرات کا دوسرا نام ہے۔ جو خراسان کا مشہور شہر ہے اور مدتوں اس کا دارالسلطنت رہا ہے۔ رے بفتح رائے مہملہ عراق عجم کا ایک شہر ہے۔ رازی اسی کا اسم منسوب ہے۔

ترجمہ:۔ اگرچہ وہ بغداد اور ہرات سے بارے سے ہیں (تاہم) پانی مٹی (وغیرہ عناصر بدن) کی ترکیب کے بدون آپ کی نسل ہیں (یعنی اگرچہ ظاہری وجود کے اعتبار سے وہ آپ کی اولاد نہ ہوں مگر باطنی نسب سے اولاد ہیں۔ آگے اس کی تین مثالیں ارشاد ہیں)۔

شاخِ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست　　　خُم مل ہر جا کہ جوشد ہم مل ست

ترجمہ:۔ (پہلی مثال) پھول کی شاخ جہاں بھی پیدا ہو (اس پر) پھول ہی (لگتا) ہے۔ (دوسری مثال) شراب کا خم جہاں بھی جوش کھائے (اس کے اندر) شراب ہی ہے۔

گرز مغرب برزند خورشید سر عین خورشید ست نے چیز دگر

ترجمہ:۔ (تیسری مثال) اگر سورج مغرب سے نکلے (جیسے کہ قرب قیامت میں نکلے گا) تو پھر بھی وہ ایک سورج ہی ہے۔ کچھ اور نہیں۔

مطلب:۔ شاخ گل کا مقام باغ اور خمل مل کی جگہ میخانہ اور آفتاب کا مطلع مشرق ہے۔ مگر ان چیزوں کے اپنے محل و مقام سے باہر کسی دوسری جگہ ظاہر ہونے سے ان کی ہستی متعارفہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسی طرح آپ کی معنوی اولاد کا ظہور خواہ کسی ملک اور قوم سے ہو۔ مگر جب اس کا روحی انتساب آپ کے ساتھ ہے تو وہ آپ کی اولاد ہی ہے۔

(مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم دفتر ششم ص ۵۳ تا ۵۹ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)

مولانا قاضی سجاد حسینؒ میرٹھی ان اشعار کی تشریح اس طرح کرتے ہیں۔

(۱) معنی ختم علیٰ افواہہم الخ...... علیٰ افواہہم۔ قرآن پاک میں ہے الیوم نختم علیٰ افواہہم۔ آج ہی ان کے مونہوں پر مہر لگائیں گے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انہیں اسرار ہضم کرنے کی استعداد نہیں ہے۔

(۲) تا ز راہِ...... الخ...... اگر یہ بے استعداد لوگ آنحضورﷺ کا طریقہ اختیار کر لیں تو ہوسکتا ہے ان میں استعداد پیدا ہو جائے اور وہ مہر جو ان لوگوں کے منہ پر لگی ہے آنحضورﷺ کی برکت سے اکھاڑ دی جائے۔

(۳) قفلہای ناکشودہ...... الخ...... قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ ''بے شک ہم نے ان کے لیے فتح کر دیا'' اس میں صرف مکہ کی فتح مراد نہیں ہے بلکہ قفلوں کا کھلنا بھی مراد ہے۔

(۴) او شفیع ست ایں جہاں و آنجہاں الخ...... آنحضورﷺ دونوں جہانوں کے شفیع ہیں دنیا میں ان کی سفارش سے اسرار دین تک رسائی ہوئی ہے اور آخرت میں

جنت تک رسائی ہوگی۔

(۵) ایں جہاں گوید...... دنیا بزبان حال آپ سے کہتی ہے کہ ان کو ر' ہدایت دکھایئے اور آخرت کہے گی کہ ان کو دیدار خداوندی کرایئے۔

(۶) پیشہ اش...... آنحضورﷺ کی دعا تھی کہ خدا میری قوم کو ہدایت دے وہ نہیں جانتے۔

(۷) باز گشتہ از دم او...... الخ آنحضورﷺ کی دونوں دعائیں قبول ہیں۔

(۸) بہر ایں خاتم شد...... الخ...... آنحضورﷺ کو خاتم النبیین محض اس لیے نہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا بلکہ اس لیے بھی کہا گیا ہے کہ فیض رسائی میں نہ آپ جیسا کوئی ہوا اور نہ ہوگا یعنی جس طرح آپ خاتم زمانی ہیں اسی طرح آپ کمالات کے بھی خاتم ہیں۔

(۹) چونکہ در صنعت...... جب کوئی استاد کسی دستکاری میں انتہائی کمال پیدا کر لیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ دستکاری اس پر ختم ہے۔

(۱۰) در کشاد ختمہا...... آنحضورﷺ کو مہریں کھولنے میں اس درجہ کمال تھا کہ آپ کو خاتم کہا گیا۔

(۱۱) ہست اشارات محمدﷺ المراد...... آنحضورﷺ کے کلام میں وہ اشارے ہیں جن سے مہروں کی کشادگی ہی کشادگی ہے۔

(۱۲) صد ہزاراں آفریں...... فرزندان او سے حضور علیہ السلام کے روحانی فرزند مراد ہیں۔

(۱۳،۱۴) آں خلیفہ زادگان...... نسل وے اند...... آپ کے عنصر سے بنے ہیں۔ وہ خواہ کسی ملک کے ہوں آپﷺ کی روحانی اولاد ہیں۔

(۱۵) شاخ گل...... کسی درخت کی قلم جہاں بھی لگاؤ وہ اسی درخت کا فرد ہے۔ شراب کسی بھی برتن میں ہو وہ شراب ہی ہے۔ لہٰذا اولاد میں باپ ہی کا اثر ہے۔

(۱۶) گرز مغرب...... سورج جہاں سے بھی طلوع کرے وہ سورج ہی ہے۔

(مثنوی مترجم دفتر ششم ص ۲۹۔۳۰، مطبوعہ الفیصل پبلشرز لاہور)

ان حوالہ جات سے مولانا روم پر قادیانی کذب واختراء واضح ہوا اور معلوم ہوا کہ مذکورہ حقائق کے ہوتے ہوئے بھی اجرائے نبوت پر قادیانیوں کا استدلال کرنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص لاتقربوا الصلوٰۃ سے نماز نہ پڑھنے پر استدلال کرے۔